اسلام میں
عمّالِ حکومت
اور ان کی ذمہ داریاں

مولانا سیّد سلیمان ندوی

۱ ص ۱/۴

اسلام میں عمال حکومت

اور

اُن کی ذمہ داریاں

علامہ سید سلیمان ندویؒ

دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

مطبوعات نمبر ۲۵

نام کتاب ——— اسلام میں عمال حکومت
اور اس کی ذمہ داریاں
مصنف ——— علامہ سید سلیمان ندوی رح
زیر نگرانی ——— محمد شاہد رفیع
سرورق ——— سید مبین الرحمٰن
ناشر ——— دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔ اسلام آباد
طابع ——— مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی پریس اسلام آباد
اشاعت اول ——— مارچ ۱۹۸۹ء ۲۰۰۰
اشاعت دوم ——— مارچ ۱۹۹۱ء ۲۰۰۰

پیش لفظ

دعوۃ اکیڈمی نے ایک منصوبہ کے تحت معاشرہ کے مختلف طبقات کی ضروریات اور تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دینی اور دعوتی لٹریچر مدار کی تیاری اور نشر و اشاعت کا ایک جامع پروگرام تیار کیا ہے۔ اسلامی دعوت کا بنیادی اُصول ہے: کلموا الناس علی قدر عقولھم: لوگوں سے دین کی گفتگو کرو تو ان کے عقلی اور فکری معیار کو پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی بھی یہی سنت رہی ہے کہ انہوں نے جب بھی کسی قوم میں کوئی رسُول یا نبی بھیجا تو وہاں کے اوّلین مخاطبین کی زبان میں بھیجا۔

اکیڈمی کا پروگرام ڈاکٹروں اور طبیبوں، قانون دانوں، اساتذہ کرام، داعیانِ دین اور مبلغین، اربابِ صحافت، ادیبوں اور دانشوروں اور عمال حکومت وغیرہ سب کے لیے الگ الگ لٹریچر تیار کرنے کا ہے۔ ان میں سے کچھ تحریریں تیار ہیں اور طباعت کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔ اور کچھ ابھی تیاری کے مرحلہ میں ہیں۔ یہ لٹریچر ابتدائی طور پر اردو اور انگریزی زبانوں میں شائع کیا جائے گا۔ اور جیسے جیسے وسائل دستیاب ہوں گے دوسری ملکی اور غیر ملکی زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ کیا جائے گا۔

زیر نظر کتابچہ اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عمال حکومت کی ذمہ داریاں بیان فرمائی ہیں کسی معاشرہ اور ریاست کی کامیابی اور اس کے مقاصد کی تکمیل کا بڑا دار و مدار اس بات پر ہوتا ہے کہ اس کے عمال حکومت کے ہاں دیانت اور ذمہ داری کا معیار کیا ہے، اگر عمال حکومت — اور کارپردازانِ سلطنت دیانت دار، ایماندار اور خدا ترس ہوں گے۔ تو ریاست کامیاب اور معاشرہ کامران ہوگا۔ اس کے برعکس اگر کارکنانِ ریاست ہی بددیانت، بے ایمان اور

احساس ذمہ داری سے بے بہرہ ہو جائیں تو پھر معاشرہ کو کوئی چیز زوال سے نہیں روک سکتی

ہمیں امید ہے کہ ایک عالم باعمل کے پاکیزہ قلم سے نکلی ہوئی یہ تحریر اپنے قارئین کے دل و دماغ کو متاثر کر کے ان کی کارکردگی اور معیارِ امانت و دیانت کو بہتر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوگی۔

یکم شعبان المعظم ۱۴۰۹ھ

ڈاکٹر محمود احمد غازی
ڈائریکٹر جنرل۔ دعوۃ اکیڈمی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قال اللہ تعالیٰ: واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل

آیت بالا کا وسیع مفہوم

میں نے آغاز کلام جس آیت پاک سے کیا ہے، وہ سورہ نساء کی آیت ہے، جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو" فیصلہ کرنے کے لفظ سے صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ اس کا تعلق صرف عدالت کی کرسی پر بیٹھنے والے حاکم سے ہے۔ بلکہ اس کا تعلق حکومت کے ہر فرد اور ہر کارکن سے ہے، حکومت کے ہر فرد کا تعلق باشندوں کے معاملات اور کاموں سے پڑتا رہتا ہے۔ اس لئے ہر معاملہ اور ہر کام کے متعلق حاکم کو قلم اٹھاتے ہوئے انصاف کرنا چاہیئے۔ اسی طرح تقررات (APPOINTMENTS) کی مجلس کے ہر رکن کو انصاف کے ساتھ امیدواروں کے متعلق رائے دینی چاہیئے۔ کلرکوں اور ماتحت کارگزاروں کو اسی انصاف کے ساتھ نوٹ تیار کرنا چاہیئے۔ پولیس کو اسی انصاف کے ساتھ کام کرنا چاہیئے۔ غرض رئیس حکومت اور وزراء سے لے کر کلرکوں اور سپاہیوں تک ہر ایک کو اپنے اپنے دائرہ میں انصاف پر کاربند ہونا چاہیئے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ انصاف صرف حاکموں، ججوں اور مجسٹریٹوں کو کرنا چاہیئے، بلکہ ہر ملازم حکومت کو اپنے اپنے دائرہ میں انصاف کا پابند ہونا چاہیئے۔ اسی پر حکومت کی نیک نامی بلکہ قیام اور بقاء منحصر ہے، دوستوں کی دوستی، عزیزوں کی عزیزداری، دشمنوں کی دشمنی، دولت مندوں کی دولت مندی، طاقت والوں کی طاقت، کوئی چیز آپ کو انصاف کی حد سے باہر نہ لائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

نے اپنی خلافت کی پہلی تقریر میں فرمایا تھا کہ تم میں سے قوی سے قوی میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک اس سے حق نہ لے لیا جائے، اور تم میں سے ضعیف سے ضعیف میرے نزدیک قوی ہے، جب تک اس کا حق اس کو نہ دلایا جائے۔

آیت بالا میں لفظ ناس بھی غور کے قابل ہے، یہ نہیں کہا گیا کہ اس انصاف کا لحاظ صرف مسلمانوں کے درمیان کرو، بلکہ فرمایا گیا کہ لوگوں کے درمیان کرو، جس میں مسلم اور غیر مسلم سب داخل ہیں۔ انصاف اور قانون کی نظر میں سب کو مساوات اور یکسانی حاصل ہے، اور اسی سے اسلامی حکومت کی اصلی خصوصیات نمایاں ہو سکتی ہیں۔

ملازمین حکومت کے اعضاء ہیں

حکومت اگر ایک جسم ہے تو اس کے سارے ملازمین اور چھوٹے بڑے افسر اس کے اعضاء و جوارح ہیں، اگر حکومت کی کوئی مجسّم شکل ہوتی تو اس کے ہاتھ، پیر، آنکھ، کان اور ناک وغیرہ، یہی لوگ ہوتے، جو کانسٹیبل اور کلرک سے لے کر وزراء تک شمار ہوتے ہیں، حکومت کی اچھائی اور برائی انہی لوگوں کی اچھائی اور برائی سے ہوتی ہے، اگر عام لوگ ان سے اذیت اور دکھ محسوس کرتے ہیں، تو حکومت بری کہلائے گی، اور اگر عوام کو ان سے راحت و اطمینان حاصل ہو تو حکومت اچھی کہلائے گی۔

راحت کثرتِ آمدنی میں نہیں قلتِ مصارف میں ہے

عام طور پر ملازمین ایک نہایت معمولی اور افسوس ناک ذہنیت کا شکار رہتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ان کو اس کی فکر رہتی ہے کہ ان کی تنخواہ زیادہ سے زیادہ ہو، اور آمدنی کا دروازہ کشادہ رہے کہ ان کے لئے راحت و آسائش کے سامان مہیا رہیں، کار ہو، شاندار مکان ہو، عمدہ سوٹ ہو، لیکن حقیقت یہ ہے کہ راحت و آسائش کا اصل مقام ان سارے تصورات سے بہت دور ہے، تنخواہ کی ترقی عموماً اضافۂ مصارف کی موجب ہوتی جاتی ہے۔ اہل و عیال کے بجائے یہ روپیہ فیشن پرستی

پر خرچ ہو جاتا ہے، وہ اپنی زائد آمدنی چائے، سگریٹ، بیڑی، سینما اور بیہودہ اخراجات میں خرچ کرتا ہے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ ضروری مصارف حیات کے بجائے اس قسم کی آمدنیاں، مسرفانہ مصارف ہی میں خرچ ہو جاتی ہیں، اور ان مسرفانہ مصارف کا سلسلہ مزید مسرفانہ مصارف کا باعث بن جاتا ہے۔ چھوٹے ملازموں سے لے کر بڑوں تک کا یہی حال ہے، اس لئے راحت کی اصلی راہ قناعت کے ساتھ اپنے غیر ضروری مصارف کو گھٹانا ہے، ان کا بڑھانا مزید آمدنی کا طالب ہونا پھر اس کی صورت یا قرض ہے یا ناجائز صورتِ رزق جس سے نہ صرف ملازمین کی تباہی ہوتی ہے، بلکہ پوری ملّت کی تباہی ہوتی ہے۔ غور کیجئے اگر کسی کو اپنی ایک کار کے باعث اگر کوئی خوشی ہے تو دوسرے کے پاس دو ہوں گی اور اس سے بھی بہتر، تو دوسرے کا یہ حال دیکھ کر پہلے کو اپنی حالت پر پھر افسوس آ ہو گا، اور دو کار والے کے مقابلے میں اس کو اپنی کمتری و حقارت کا احساس ہو گا، اسی طرح ان چیزوں میں ہر ایک دوسرے سے کچھ کم یا زیادہ ہو گا۔ ان چیزوں میں جس قدر بھی اپنے افکار کو الجھایا جائے گا، اسی قدر پریشانیٔ خاطر بڑھتی اور پھیلتی جائے گی، اس لئے ان چیزوں کو تسکین و راحت کا معیار ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ تسکین و راحت اور اطمینان کی اصل اور بنیادی چیزیں، صحیح نیت، دیانت، امانت اور عبادت سمجھ کر کام سرانجام دینا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ اور یہی خوبیاں، اسی قسم کے تصورات اور اسی قسم کے فکری مشاغل حقیقی راحت و اطمینان کے موجب ہوں گے، کاروباری اور حساب و کتاب کی سی ذہنیت اور رواجی قسم کی راحت طلبی مزاج میں پیدا ہو جانے سے کمائی سے برکت ہی اٹھ جاتی ہے "برکت" کو نہ جانے لوگ کیا سمجھ رہے ہیں، شاید یہ سمجھتے ہوں کہ بیس کے تیس ہو جائیں یا تیس کے چالیس ہو جائیں۔ برکت کا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے، لیکن حصول برکت کی دوسری بہترین صورت یہ ہے کہ ضرورتیں خود بخود ہی کم ہوتی جائیں، اور پیدا شدہ ضرورتوں کو تھوڑی آمدنی ہی باآسانی مکتفی ہو جائے۔

اسلامی حکومت کی خدمت بھی عبادت ہے: اسلام کا ہم پر یہ بڑا احسان ہے

کہ وہ ہمارے تمام کاموں کو عبادت بنانا چاہتا ہے۔ اسلام کے متعلق یہ سمجھنا کہ وہ صرف مسجد میں محدود ہے، صحیح نہیں، اسلام تو جس طرح مسجد میں ہے، اسی طرح معرکہ کارزار میں، اسی طرح مدرسہ میں، اسی طرح دفتر میں اور اسی طرح کارخانہ میں ہماری زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے، جسے ہم اسلام سے باہر سمجھ سکیں، یہ دین و دنیا کی تفریق ہی غلط ہے، جس طرح مسجد میں نماز پڑھنا عبادت ہے۔ اسی طرح دفتر میں خلوص نیت سے حکومت کے کسی کام کو انجام دینا بھی عبادت ہے، ایک مسلمان اسلامی حکومت کا عامل ہو کر اپنی دیانت اور امانت کو قائم رکھ کر ہر وقت ہی عبادت میں رہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کی نیت میں اخلاص ہو، ایک مجاہد سرحد پر پہرہ دے کر اسی طرح ثواب حاصل کر سکتا ہے، جس طرح ایک نمازی نفل پڑھ کر بعض اوقات مجاہد اس نفل پڑھنے والے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

عوام کی خدمت

یہاں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ عمال حکومت کو اکثر ایسے مواقع پیش آجاتے ہیں کہ وہ عوام کی ان واقعی ضرورتوں کو جن کو پورا کرنے کے لئے انہیں کرسیاں دی گئی ہیں، اور تنخواہیں مقرر کی گئی ہیں، ناجائز استحصال کے بغیر پورا کرنے کو تیار نہیں ہوتے، ایک دفتر میں کوئی نووارد ضرورت مند پہنچ جائے، تو اس کو مفید مشورہ دینے کے بجائے ٹال مٹول کر ادھر ادھر کے چکر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، بالآخر وہ پریشان و مجبور ہو کر اپنی ضروریات کو پاتا ہے یا محروم رہ جاتا ہے، دونوں صورتوں میں وہ اپنے دل میں ایک شدید اذیت محسوس کرتا ہے کہ جو لوگ اس کی خدمت اور سہولت بہم پہنچانے پر متعین ہیں، ان سے نفع کے بجائے کتنا نقصان پہنچ رہا ہے، حقیقت میں ایسے لوگوں سے حکومت کا وقار بڑھنے کے بجائے گرتا جاتا ہے، اور اخلاقی دنیا میں اس طرح حکومت کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی، گزشتہ دور میں مسلمانوں کی بعض شخصی حکومتیں بھی ایسی رہی ہیں، جنہوں نے اپنے دور حکومت میں اخلاق و انسانیت کا بڑا مقام پایا، اس وقت مجھے ملک شاہ سلجوقی کا ایک واقعہ یاد آیا کہ گھوڑے پر سوار ایک پل سے گزر رہا تھا کہ سامنے ایک بڑھیا آکر

کھڑی ہو گئی، جس کے لڑکے کو کسی سپاہی نے بطور بیگار پکڑ لیا تھا، بڑھیا نے بڑے دردمند لہجے میں سلطان سے فریاد کی کہ تمہارا فلاں سپاہی میرے لڑکے کو بلا وجہ پکڑ کر لے گیا ہے، سلطان نے کہا تم دربار میں استغاثہ پیش کرو، بڑھیا نے کہا کہ اے سلطان! میرا فیصلہ تم کو اسی پل پر کرنا ہو گا، یا کل اس پل (پل صراط) پر فیصلہ ہو گا، بڑھیا کی یہ بات سن کر سلطان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور اس نے اسی وقت بڑھیا کی فریاد رسی کی۔

اسلامی حکومت کی عدالت

عدالتوں میں قاضی ہوں یا جج صاحبان، بہر حال انہیں اپنی ذمہ داری کو صحیح طریقہ سے ادا کرنے کے لئے بڑی احتیاط، دیانت اور احتساب کے ساتھ کام کرنا پڑے گا، بار بار ان کے پاس قسم قسم کے مقدمات آئیں گے، اور ہر ہر مقدمہ اور اس کا فیصلہ ان کے لئے نازک ترین امتحان ہو گا۔ اگر وہ اپنے آپ کو اللہ کا ایک خلیفہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو سمجھ کر اخلاصِ نیت و فکرِ سلیم کے ساتھ فیصلہ کریں گے، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر و ثواب پائیں گے، اپنے بلند کردار کی تعمیر کریں گے، قوم کے لئے باعث عزت و فلاح ہوں گے، حکومت کے لئے ایک مستحکم رکن اور مضبوط کارکن ثابت ہوں گے۔ عدالتوں کی یہ صفت و سعادت ایسے ایسے مفید اثرات و برکات کی موجب ہو گی کہ سارے عوام میں کردار، اصول اور اخلاق حسنہ کی استعداد پیدا ہو کر سعادت مند سوسائٹی کی بنیاد پڑتی جائے گی، اور اسی طرح کی اجتماعی برکات رکھنے والی حکومت سارے عالم کو خیر و سعادت کی طرف "دعوت دینے والا ادارہ" بن جائے گی، لیکن اگر پیش آنے والے مقدمات کو صحیح طرح سمجھنے کی کوشش نہ کی گئی، دیانت و امانت کے متعلق اسلام کے بتائے ہوئے اصول کو نظر انداز کر دیا گیا اور رشوت و ارتشاد کا ذوق و شوق پیدا ہو گیا، تو صحیح حدیث کے مطابق اپنے لئے دہکتی ہوئی آگ کے انگاروں کا انتظام کر لیا گیا، دنیا میں بھی اس کا اثر رسوائی و بدنامی کے سوا کچھ نہیں، یہ معلوم رہے کہ آج کے فیصل کئے ہوئے مقدمات کل سب کے سب اللہ کے حضور میں پیش کئے جائیں گے، اس وقت یہ ہرگز ضروری نہ ہو گا کہ جس شخص کو آج مقدمہ میں

اس کے اپنے نقطۂ نظر سے کامیابی ہوئی، یا اس کے وکیل کی چرب زبانی یا کسی گواہ کی کذب بیانی سے کچھ حاصل ہوا، تو کل بھی اس کو یہ کچھ اسی طرح حاصل ہو جائے، وہاں کسی کی چرب زبانی، کسی کی ناجائز تدبیر اور کسی کی ہوشیاری کارگر نہیں ہو سکتی، اس لئے جو لوگ غلط فیصلہ سے کوئی چیز حاصل کر لیں جو ان کی نہیں، تو وہ ان کے لئے باعث عذاب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فریقین مقدمہ میں کوئی زیادہ فصیح اللسان بھی ہوتا ہے، تو اگر میں کسی کو کوئی چیز دلا دوں، جو اس کی نہیں تو میں نے اس کو آگ کا ٹکڑا دیا ہے (او کما قال) دو صحابیوں میں ایک زمین کے بارے میں جھگڑا تھا حضرت ام سلمیٰؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کی ایک بالشت بھر زمین بھی ناجائز طور پر دبائے گا تو قیامت کے دن زمین کے ساتوں طبقوں میں دھنسایا جائے گا۔ یہ سن کر ان صحابیوں نے زمین سے اپنا دعویٰ اٹھا لیا اور ایک یہ کہنے لگا کہ یہ آپ لیں دوسرا کہتا کہ آپ لیں۔

اسلام میں حکومت کا مطمح نظر ہی یہ ہے کہ انسانوں کے سارے مسائل و معاملات کو عدل و انصاف کے ساتھ انجام دیا جائے، اور انہیں کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارنے کے مواقع بہم پہنچائے جائیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

حاکمانہ ذمہ داری

حاکمانہ ذمہ داری ایک نازک و مشکل ترین ذمہ داری ہے، حکومت کا ایک معمولی ملازم بھی اگر دیانت و احساس کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے گا تو پوری ملت کی تعمیر و اصلاح میں حصہ دار ہوگا۔ اور اگر وہ اپنی ڈیوٹی میں دیانت دار نہ ہوگا، تو اس کا ضرر پوری ملت کو ضرور متاثر کرے گا، عوام کے اندر مقبولیت یہ ہرگز نہیں کہ سنگینوں کے زور اور قاہرانہ دباؤ سے اپنا وقار جمایا جائے اور رعب اور طاقت کے ذریعے اپنی سیاست و قیادت کو ان سے منوایا جائے، بلکہ حقیقی مقبولیت وہی ہے جو دلوں کو راغب کرنے والی ہو، اور یہ پاکیزہ اخلاق اچھے کردار اور فرض شناسی سے حاصل ہو سکتی ہے مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آیا، ایک دن ہارون الرشید اپنے محل میں تھا، حرم سرا کی کنیز

بازار کی طرف دیکھ رہی تھی تو کیا دیکھتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کے استقبال کے لئے ساری مخلوق امڈی چلی آرہی ہے، خلیفہ نے پوچھا تو کیا دیکھ رہی ہے تو کنیز نے جواب دیا: "یا امیرالمومنین اصل بادشاہی عبداللہ بن مبارک کی ہے جو لوگوں کے دلوں پر حکومت کر رہے ہیں آپ کی نہیں جو لشکریوں کے زور و جبر سے حاصل ہوتی ہے"، حضرت عبداللہ بن مبارک کی ساری زندگی ذکر و شغل، نوافل، روزوں اور جہاد میں گزرتی تھی، جس کے نتیجے میں دنیا کے اندر بھی اللہ نے انہیں مقبولیت کا بڑا مقام بخشا تھا۔ حقیقت میں یہی مفہوم ہے اس حدیث پاک کا کہ کسی بندے پر جب اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو یوضع له القبول فی الارض زبان خلق سے اس کا اچھا ذکر کرایا جاتا ہے، اور اس کی نیک نامی کا آوازہ خود بخود پھیلتا چلا جاتا ہے۔" زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو"، عمّالِ حکومت کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے کہ وہ اپنے کاموں کو اللہ کا خوف رکھ کر اہم اور غیر اہم کی ترتیب سے پوری دیانت اور انصاف کے ساتھ انجام دیں، اپنے آپ کو عوام کا خادم سمجھتے رہیں، اسی صورت میں عوام راتوں کو رو رو کر ان کی فلاح و نجات کے لئے دعا کریں گے، اور ان کے دلوں میں عمال حکومت کی بڑی عزت و احترام پیدا ہوگا۔

عمالِ حکومت کی ذہنیت

ایک اسلامی حکومت کے عمال کو اپنے متعلق یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہ وہ پیشہ ور مزدور ہیں، بلکہ بحیثیت مسلمان کے وہ اسلامی حکومت کے حصہ دار شریک کار ہیں، ان کی تنخواہ حقیقت میں محض پابندی وقت کی جزا ہے، کام تو محض رضائے الٰہی کے لئے انہیں کرنا چاہیئے، جس طرح ائمہ مساجد اور مؤذنین کی تنخواہ کو متاخرین نے صرف حبس اور پابندی وقت کے باعث جائز رکھا ہے، اسی طرح اسلامی حکومت کے عام ملازمین کی تنخواہ کا مسئلہ بھی اگر عمال چاہیں تو اسی اصول پر ادا کر سکتے ہیں۔ عبادت صرف نماز روزہ ہی نہیں بلکہ اللہ ہی کی رضاجوئی کے لئے جملہ خدمات کو انجام دینا عبادت ہے۔ اسلام تو مسلمانوں کو ہر وقت عبادت کے اندر ہی رکھنا چاہتا ہے، اس دین سے زیادہ محبوب و محترم کون سا دین ہو سکتا ہے جو اپنے پیروؤں کی پوری زندگی کو۔

عبادت گزار زندگی بنانا چاہتا ہو، اور اپنے پاس ان کی زندگی کے سارے مسائل کے لئے قابل ہدایت روشنی رکھتا ہو، عمال حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے کردار، اخلاق، احساس ذمہ داری اور دیانت کے ساتھ اپنے ملک اپنی حکومت اور اپنے نظام کار کی عزت کو بڑھائیں مجھے اس وقت ایک پرانا واقعہ یاد آگیا، ۱۹۲۰ء کی تحریک خلافت کے سلسلے میں میرا یورپ جانا ہوا، وہاں ایک دفعہ انگلستان سے فرانس آنا ہوا، تو میں اسی مشرقی لباس میں ملبوس تھا، اگرچہ انگریزی زبان جانتا اور سمجھتا تھا، لیکن فرنچ زبان سے واقفیت نہیں تھی، اترتے ہی ساحل پر ایک کانسٹیبل نے فرنچ زبان میں کچھ کہا، میں سمجھا کہ اس نے میرے مشرقی لباس پر کچھ طنز کیا ہوگا چنانچہ بے سمجھے اس کا وہ جملہ یاد رکھا، ہوٹل پہنچ کر اپنے ایک فرنچ رفیق سے اس جملہ کا ترجمہ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اس نے مجھے اجنبی دیکھ کر خوش آمدید کہا اور کہا کہ "دیکھو! ہمارا ملک کتنا اچھا ہے" میرے دل پر اس کا بڑا اثر ہوا، اور یہ احساس ہوا کہ یہاں کے معمولی درجے کے لوگوں میں بھی اپنے ملک کی عزت اور مسافروں کو خوش آمدید کہنے کا کتنا جذبہ ہے، ایک طرف یہ واقعہ ہے اور دوسری طرف ہمارے ملک کے بعض لوگوں کا حال یہ ہے کہ دوسرے ملکوں کے مسافروں کے ساتھ نہایت برا برتاؤ کرتے ہیں، ان کو تنگ کرتے ہیں اور ان سے ناجائز مطالبات کرتے ہیں، جس سے ملک کی شہرت پر بہت ہی برا اثر پڑتا ہے۔ زندہ اور غیور قومیں ہمیشہ حُسن کردار سے اپنے ملک و ملّت کے وقار کو زندہ رکھتی ہیں، تنہا سربراہ حکومت لاکھ چاہے تو ملک کے نظام و اخلاق کو بہتر نہیں بنا سکتا، جب تک کہ آپ سب لوگ مل کر تمام حکام اور عمال اپنے نیک کردار اور حسن اخلاق سے اپنے فرائض کو پوری دیانت اور امانت کے ساتھ انجام نہ دیں، اس وقت تک ملک و ملّت کا مجموعی وجود کردار و اخلاق کے بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔ **آپ ہی کے اچھے ہونے سے حکومت اچھی ہو سکتی ہے** ، حقیقت میں حکومت اور ملک آپ ہیں آپ اچھے ہیں تو حکومت اچھی ہے اور ملک اچھا ہے، اگر آپ برے ہیں تو حکومت بری ہے اور ملک برا ہے حکومت اور ملک کو آپ چاہیں تو بدنام کریں، آپ چاہیں تو نیک نام کریں۔ وصلّے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی (اقبال)

دعوۃ اکیڈمی کے اغراض و مقاصد

- ○ دعوت و تبلیغ کے میدان میں تعلیمی، تربیتی اور تحقیقی پروگراموں کی منصوبہ بندی کرنا اور اُنہیں فروغ دینا۔
- ○ مساجد کے ائمہ اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کے لیے تربیتی پروگرام تیار کرنا۔
- ○ دعوت و تبلیغ اور تربیت ائمہ کے پروگرام کا لائحہ عمل اور طریق کار وضع کرنا۔
- ○ دعوتی میدان میں اسلامی لٹریچر کی تیاری اور اس کو پھیلانے کیلئے مناسب منصوبہ بندی۔
- ○ دعوتی نقطہ نظر سے سمعی و بصری پروگرام تیار کرنا۔
- ○ ملک کے اندر اور باہر دعوت اسلامی کے مقاصد رکھنے والے دیگر اداروں کے ساتھ تعاون اور رابطہ
- ○ خط و کتابت کے ذریعے عوام الناس تک دین کی دعوت پہنچانا۔
- ○ دعوت و تبلیغ کا ایک بین الاقوامی معلوماتی مرکز قائم کرنا۔
- ○ اکیڈمی کے مقاصد کی تکمیل کے لیے دعوتی کُتب، رپورٹوں، تعلیمی جائزوں اور دیگر ایسے مواد کی اشاعت کا اہتمام کرنا جو دعوتی کام میں ممد و معاون ہو۔
- ○ اکیڈمی کے پروگرام کو آگے بڑھانے کے لیے علاقائی مراکز قائم کرنا۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ

دعوۃ اکیڈمی
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد
پوسٹ بکس نمبر ۱۴۸۵، اسلام آباد۔ فون نمبر ۹-۸۵۷۶۱۵، ۸۵۳۷۹۴